Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024) Date of Publication: 27-11-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

اسلامی شہری زندگی میں اخلاقی، علمی اور تمدنی پہلوؤں کا سیرت طیبہ کی روشنی میں جائزہ

An Examination of the Moral, Intellectual and Cultural Aspects of Islamic Civic Life in the Light of the Seerat Tayyaba

Dr. Zabih Ur Rahman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Rifah International University, islamabad.
Email of corresponding author: zabih.rahman@riphah.edu.pk

Abstract:
This contains a review of the moral, educational, and cultural aspects of Islamic urban life in the light of the Seerat Tayyaba. The Prophet (pbuh) founded a welfare and organized urban state in Medina where justice, equality, and social welfare were fundamental. In the moral aspect, honesty, sacrifice, forgiveness, and respect for the rights of the people have been included in the state and social principles. In the field of education, the Prophet Muhammad (peace be upon him) made the acquisition of knowledge obligatory for every Muslim man and woman, and academic centers such as the Prophet's Mosque and Dar al-Saffa were used for educational activities. The Islamic city-state promoted not only religious but also scientific, medical, and philosophical sciences, which were based on encouraging research, ijtihad, and creativity. Similarly, in the cultural sense, the principles of urban order, justice, economic stability, and environmental protection were promoted in the Islamic state. As a result, a balanced, developed, and mutually fraternal society emerged. This research presents practical suggestions for modern urban life in the light of these guiding principles of the Seerat al-Tayyaba, so that effective solutions to contemporary social and cultural challenges can be provided in the light of Islamic principles.

Keywords: Islamic Urban Life, Moral Character, Moral Values, Educational Development, Civilized Principles

تعارف

اسلامی شہری زندگی ایک ایسے منظم اور متوازن معاشرتی نظام کا نام ہے جو اخلاقی اقدار علمی ترقی اور تمدنی استحکام کو یکجا کرتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اس مثالی شہری زندگی کا عملی نمونہ ہے جہاں فرد اور معاشرہ دونوں کی تربیت پر زور دیا گیا ہے مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست نے نہ صرف دینی وروحانی ترقی کو فروغ دیا بلکہ ایک مضبوط تمدنی اور علمی نظام کی بنیاد بھی رکھی جس نے بعد میں اسلامی تہذیب وتمدن کو مستحکم کیا اخلاقی اعتبار سے اسلامی شہری زندگی کی بنیاد عدل احسان دیانت ایثار اور سماجی انصاف پر رکھی گئی ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت وتعلیمات کے ذریعے عملی جامہ پہنایا علمی پہلو کو دیکھیں تو اسلامی ریاست نے علم کو ترقی اور بقا کا بنیادی ذریعہ قرار دیا جہاں نہ صرف دینی علوم بلکہ سائنسی طبی اور دیگر دنیاوی علوم کی حوصلہ افزائی کی گئی مسجد نبوی کو تعلیمی مرکز کے طور پر استعمال کیا گیا اور تعلیم کو تمام

طبقات کے لیے قابل رسائی بنایا گیا تمدنی پہلو میں اسلامی شہری ریاست نے ایک ایسا فلاحی اور پر امن معاشرہ تشکیل دیا جہاں سماجی مساوات بنیادی حقوق اور ماحولیاتی تحفظ کو یقینی بنایا گیا یہ تحقیق سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی شہری زندگی کے ان پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتی ہے تاکہ موجودہ دور میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں ایک بہتر اور پائیدار سماجی نظام کی تشکیل میں رہنمائی فراہم کی جا سکے۔

اخلاقی پہلو

اسلامی شہری زندگی میں اخلاق سنوارنے اور کردار درست کرنے کی بہت اہمیت ہے۔جب تک شہریوں کا کردار واخلاق درست نہ ہو گا اس وقت تک شہروں میں امن وسکون کی فضا قائم نہ ہو گی، اسی لیے سیرت طیبہ میں سیرت اور حسن اخلاق پر زیادہ زور دیا گیا ہے کیوں کہ انسان کو عزت وفضیلت سیرت بخشتی ہے صورت نہیں، صورت تو عموماً فتنوں میں مبتلا کر دیتی ہے اور سیرت ہمیشہ امن پیدا کرتی ہے۔ دنیا میں بہت سارے حسن والے لوگ گذرے ہیں لیکن آج انھیں کوئی نہیں پہچانتا، ہاں جو لوگ اچھی سیرت اور اچھے اخلاق والے تھے آج بھی ان کا نام لیا جاتا ہے مثلاً انبیاء کرام واولیاء عظام، صحابہ وتابعین، ائمہ کرام وبزرگان دین۔

اب شہریوں کے اخلاق کیسے درست ہوں گے؟ تو اس سلسلہ میں اخلاق کی تفصیلات یعنی اخلاق کے لغوی واصطلاحی معنی، اخلاق کی اہمیت اور اصول اخلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ دل میں اخلاق کی عظمت آنے کے بعد انھیں اختیار کیا جا سکے۔

حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے "ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ"[1]

"تم بدی کا دفاع ایسے کرو جو بہترین ہو۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ جس کے اور تمھارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔"[2]

اس آیت میں اچھے اخلاق کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص تمھارے ساتھ برا سلوک کرے تو تمھارے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس سے اس برائی کے برابر بدلہ لے لو، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کی برائی کا جواب اچھائی سے دے دو۔ ایسا کرنے سے تمھارے ساتھ یہ برا سلوک کرنے والا دشمن بھی تمھارا جگری دوست بن جائے گا، اور اس کے برے سلوک پر جو تم نے صبر کیا تو آخرت میں اس کا بہترین ثواب بھی تمھیں ملے گا۔

اسی طرح ایک اور آیت میں ہے "وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[3]

"اور لوگوں سے بھلی بات کہنا"

اب اس آیت میں للناس سے مراد پوری انسانیت ہے جس میں کفار بھی شامل ہیں، اگر مخاطب مسلمان ہے تو اسے سلام کیا جائے اور مسکراتے ہوئے اس سے بات کی جائے اور اگر کافر ہے تو بھی مسکراتے ہوئے اچھے انداز میں گفتگو کی جائے کیوں کہ مسلمان نہ تو جھگڑالو ہوتا ہے اور نہ گالی گلوچ دینے والا اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔ مسکراتے چہرے اور خندہ پیشانی سے ملنا یہ اچھے اخلاق میں سے بھی ہے اور نیکی وصدقہ بھی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ:

"لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ"[4]

"کہ نیکی میں سے کچھ بھی ہرگز حقیر مت سمجھو اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے مل لو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ تھا کہ لوگوں کے اخلاق وکردار اوران کے معاملات کو درست کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ۔[5]

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔"

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کی تکمیل فرمادیں:

"عَن أَبِي هُرَيرة، عَن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم قال: إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"[6]

"ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں بلند اخلاق کی تکمیل کروں۔"

حضور اکرم ﷺ عظیم اخلاق کے مالک تھے، چنانچہ آپ ﷺ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے، اور کبھی کسی سے نہ تو بد زبانی کی اور نہ کبھی بد گوئی کی، اور اُسی انسان کو سب سے اچھا اور فضیلت والا قرار دیتے جس کے اخلاق اچھے ہوتے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔[7]

"عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بد گوئی کرنے والے تھے نہ بد زبانی۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: تم میں سے بہترین لوگ وہی ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے ہیں۔"

اخلاقِ حسنہ کی حیثیت

اخلاقِ حسنہ کی حیثیت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ میزانِ عمل پر اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اور بے شک اللہ تعالیٰ بد گو اور بے حیا شخص کو پسند نہیں فرماتا:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ۔[8]

"ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مؤمن کی میزان میں کوئی چیز بھی اُس کے اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہ ہوگی اور بے شک اللہ تعالیٰ بد گو اور بے حیا شخص کو ناپسند کرتا ہے۔"

اہل مکہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو جواب میں یہ آیت اتری:

"فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ "[9]

"آخر اس سے پہلے بھی تو میں ایک عمر تمہارے درمیان بسر کر چکا ہوں۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟۔"

یعنی میں نے اپنی چالیس سالہ ایک طویل زندگی تم لوگوں میں رہ کر گذاری ہے، کوئی نیا آدمی نہیں ہوں، کیا آپ لوگوں کو میری زندگی پر کوئی اعتراض ہے؟ گویا اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان لوگوں پر اپنا کردار پیش کریں کیوں کہ لوگ کردار اور سیرت و اخلاق کو دیکھتے ہیں تقریروں کو نہیں دیکھتے۔

اخلاقی اصول

اسلامی شہری ریاست شہریوں کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہے اس لیے اس نے اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے کو مذھبی فریضہ قرار دیا ہے، اسی سلسلہ میں چند اخلاقی اصول (محاسن اخلاق) کو ذکر کیا جاتا ہے:

سچائی

سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جتنے انبیاء کرام دنیا میں آئے سب نے اللہ تعالیٰ سے سچائی حاصل کی اور پوری دنیا پھیلادی، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا"[10] "اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ بات کا سچا ہو؟۔"

اور حدیث میں ہے کہ "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، فإن الصدق طمأنينة، وإن الكذب ريبة"[11]

"جو چیز بھی تجھے شک میں ڈال دے اسے چھوڑدو، اور اس چیز کو اختیار کردو جو تجھے شک میں نہ ڈالے کیوں کہ سچ کی وجہ سے دلوں میں اطمینان آتا ہے اور جھوٹ شک میں ڈالتا ہے۔"

حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ شک میں ڈالدینے والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور سچ اختیار کرو کیوں کہ سچائی ہر آفت سے نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاکت میں ڈالتی ہے، جھوٹا شخص زندگی کے ہر معاملہ میں باطل کی پیروی کرنے لگتا ہے اور آخر کار ہلاک ہوجاتا ہے۔ پھر یہ بھی ایک

حقیقت ہے کہ سچائی کا تعلق صرف گفتگو (قول) کے ساتھ ہی نہیں بلکہ عمل وفکر کے ساتھ بھی ہے یعنی سچا اور صادق شخص وہ ہے جو نہ صرف زبان سے سچ بولے بلکہ اس کا عمل بھی درست اور سچا ہو اور فکر وسوچ بھی سچی ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ توحید کا زبان سے تو اقرار کرے لیکن دل سے نہ مانے تو وہ منافق کہلاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ:

امانت داری

اسلامی شہری ریاست میں معاشی ومعاشرتی تعلقات کی بہتری کے لیے شہریوں کو امانت داری اختیار کرنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ اگر شہریوں سے امانتداری ختم ہو جائے تو اس معاشرہ میں گھریلو تعلقات سے لے کر کاروباری معاملات تک ہر جگہ بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور ایک دوسروں سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے، اس لیے اسلام ان نقصانات سے بچنے کے لیے امانت داری اور دیانت داری کو لازم قرار دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا"[12]

"(مسلمانو!) یقیناً اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔"

اسی طرح ایک اور آیت میں کامیاب مومنوں کی ایک یہ صفت بھی ذکر کی گئی ہے کہ:

"وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ"[13]

"اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں"

نبوت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب جیسے بد دیانت معاشرہ میں صادق وامین کے لقب سے مشہور تھے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری کا یہ عالم تھا کہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی ان لوگوں کی امانتوں کو حوالہ کرنے کا انتظام کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے۔

ایک مسلمان شہری کے لیے امانت داری کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ایمان کی نفی فرمادی ہے جس کے اندر ایمانداری نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: "لا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ"

ایفائے عہد

اسلامی شہری ریاست میں شہریوں کے آپس کے تعلقات میں وعدہ پورا کرنے کی بہت اہمیت ہے۔ کیوں کہ زیادہ تر معاملات کی بنیاد وعدوں پر ہوتی ہے اگر وعدے پورے ہوتے رہیں تو معاملات ٹھیک رہیں گے وگرنہ وعدہ خلافی کی صورت میں سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ اسی بگاڑ سے بچنے کے لیے اسلام اپنے شہریوں کو وعدہ پورا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا"[14]

"اور عہد کو پورا کرو، یقین جانو کہ عہد کے بارے میں (تمہاری) بازپرس ہونے والی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا"[15]

"اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں۔"

کسب حلال

اسلامی شہری ریاست میں کسب حلال کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو، مومنوں اور حتیٰ کہ انبیاء کرام کو بھی حلال کمائی کا حکم دیا ہے، اس سے حلال کمائی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ اگر کھانا پینا حلال اور پاک نہ ہو تو عبادت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اسی لیے قرآن کریم میں تمام لوگوں کو خطاب ہے کہ:

"اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ۔"[16]

اسی طرح تمام مومنوں کو تلقین کی گئی ہے کہ:

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں، ان میں سے (جو چاہو) کھاو، اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو"[17]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے نیک عمل اور شکر ادا کرنے کا حکم بعد میں دیا اور حلال وطیب کھانے کا حکم پہلے دیا ہے، کیوں کہ حلال کمائی کو نیک اعمال میں بہت دخل ہے اور حرام کمائی کی وجہ سے نیکیوں کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، اسی لیے قرآن کریم میں حرام اور باطل والی کمائی کھانے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"[18]

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاو،"

اس آیت میں ایک دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور باطل میں کسب معاش کے تمام غلط طریقے اور ناجائز ذرائع آمدنی شامل ہیں یعنی چوری، ڈاکہ، سود، رشوت، جوا، سٹہ، بد دیانتی، فریب، غصب، ناانصافی، جھوٹ یا جھوٹی قسم کے ذریعے مال حاصل کرنا وغیرہ۔

احادیث میں بھی کسب حلال کو عبادت میں شمار کر کے اس کے فضائل ذکر کیے گئے ہیں جیسا کہ حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: "طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"[19]

"کہ حلال مال کی جستجو اور طلب ہر مسلمان پر ضروری ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ"[20]

"کہ حلال کمائی کی طلب بھی اصل فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔"

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حلال کمانا یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے، اس کی مزید اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص حلال نہیں کماتا اور حرام کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

عدل وانصاف

اسلامی شہری ریاست کا بنیادی اصول عدل وانصاف ہے۔ اسلامی شہری ریاست اپنے شہریوں کو رنگ ونسل، وطن وقوم کی تفریق کیے بغیر انصاف فراہم کرتی ہے۔ عدل وانصاف کی وجہ سے معاشرے کے امور اچھے طریقے سے بخیر وخوبی سرانجام پاتے ہیں، اور بغیر عدل کے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی بے لوث انصاف فراہم کرنے کی وجہ سے انسانوں کے مختلف گروہوں اور طبقوں کے درمیان ناانصافیوں کی وجہ سے جو نفرتیں پیدا ہو گئیں تھیں وہ محبتوں میں بدل گئیں اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

عدل وانصاف کی وجہ سے ہر شخص کو اس کا جائز حق مل جاتا ہے تو معاشرے میں سکون وامن قائم ہو جاتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف کرنے والے بادشاہ کو اللہ تعالی کا سایہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

"السُّلْطَانُ ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ۔"[21]

تعلیمی پہلو

اسلام چند عقیدوں اور رسومات کے ادا کرنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا جامع نظام زندگی ہے جس کی بنیاد قرآن اور سنت پر ہے۔ دین اسلام اپنے پیروکاروں سے عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاشرت، معیشت، سیاست اور نظام عدل یعنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ کے احکامات کی

تعمیل کراتا ہے۔ پھر لفظ مسلم خود فرمانبردار اور مطیع ہونے کے معنی رکھتا ہے۔ تو ایک کامل مسلمان وہ ہے جو اپنی ذاتی خواہشات اور ترجیحات کو ترک کر کے زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کے احکام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دل کی گہرائیوں سے مانے اور یہ اطاعت اللہ کے احکام اور مختلف شعبوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کے علم سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ دین کی صحیح معنوں میں پیروی اور اس پر عمل کرنا علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اور اگر علم نہ ہو یا علم تو ہو لیکن کم ہو تو عدم علم یا علم کی یہ کمی لا محالہ اللہ کے احکام کی بے توقیری یا غلط فہمی کا باعث بنتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری منصوبہ بندی کرتے ہوئے مدینہ کی شہری ریاست میں علم کے حصول پر بہت زیادہ توجہ دی، کیوں کہ دین کی صحیح اور جامع تفہیم صرف علم کے ذریعے ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا حصول لازمی قرار دیا کیوں کہ علم کے ذریعے ہی اسلام کے بارے میں مکمل فہم پیدا ہو کر زندگی کے تمام پہلوؤں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی شہری ریاست میں علم کو کیسے فروغ دیا جائے؟ اور اس کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟ تو اس کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اسلامی شہری ریاست اور تعلیمی حکمت عملی

بلاشبہ علم روشنی کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ جہالت تاریکی کی علامت ہے۔ روشنی اور اندھیرے کے درمیان فرق کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ایک عام فرد بھی اپنے فوائد اور نقصانات سے واقف ہے۔ لیکن عبادت اور ذکر کے معاملات میں وضاحت علم سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک جاہل شخص نماز میں مشغول ہوتا ہے یا اخلاص کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، تو اس نماز اور تلاوت کی وجہ سے انعامات اور برکتوں کا مستحق تو بن جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ خدا کا علم رکھتے ہیں، نماز میں پڑھے گئے الفاظ کے معنی کو سمجھتے ہیں، اور قرآنی آیات کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں، تو اس علم کی وجہ سے ان کی نمازوں، تلاوتوں اور ان کے تمام اعمال صالحہ کا خدا سے گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کا سفر خدا کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے، اور جلد ہی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی لیے اسلام بلا تفریق دنیاوی اور مذہبی دونوں شعبوں میں علم کی قدر کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ فطری طور پر کسی ایسے علم کی مخالفت نہیں کرتا جو انسانیت کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ اسی طرح نہ ہی اسلام میں مخصوص زبانوں کے خلاف کوئی تعصب ہے۔

پھر جس طرح خود دینی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ تو والدین کی ذمہ داری میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم دیں، ارشاد نبوی ہے کہ: "وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ"[22]

"اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے، اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

لھذا دینی تعلیم کو نظر انداز کرتے ہوئے محض دنیوی تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے سے والدین جوابدہ ہوں گے۔ اس لیے اپنی اولاد کو قرآن پاک اور دینی علوم کی تعلیم دینا اور ان میں اسلامی اقدار اور آداب کی آبیاری کرنا بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ وہ والدین جو اپنے بچوں کو ادب اور اسلامی تعلیمات دونوں کی تعلیم دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر لازوال نعمتیں نازل کرتے ہیں۔ والدین اپنی اولاد کو کس چیز کی تعلیم دے تو اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا": مانحل والد ولدًا من نحل أفضل من أدب حسن"[23]

"کسی والد نے اپنی اولاد کو اچھے ادب (صحیح تعلیم و صحیح تربیت) سے زیادہ قیمتی تحفہ نہیں دیا ہے"۔

تو تعلیم درحقیقت سب سے قیمتی تحائف میں سے ایک ہے جو والدین اپنے بچوں کو فراہم کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ مادی املاک جیسے جائیدادیں اور عمارتیں وقت کے ساتھ ساتھ کم ہو سکتی ہیں یا بدقسمتی کا شکار ہو سکتی ہیں، لیکن معیاری تعلیم اور مناسب پرورش یہ باقی اور مفید ہے۔

شہری نظام میں تعلیمی اداروں کا قیام:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امور کی تعلیم پر اور تعلیمی اداروں کے قیام پر بہت زیادہ زور دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ہی تاریخ اسلام کا پہلا نصاب مقرر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک چبوترہ بنا کر صفہ کے نام

سے رہائشی مدرسہ قائم کیا، جہاں اصحاب صفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود درس دیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجدوں میں مکتب اور مدرسے قائم کیے اور ان کی نگہداشت واخراجات کا ذمہ دار حکومت کو بنایا۔[24]

جدید دور میں، شہری حکومتوں کی ذمہ داریوں میں فنون کی تربیت اور تعلیم کا فروغ بھی شامل ہے۔

شمس الدین سفیری بخاری کی شرح میں یہ حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"قال ابن عباس رضي الله عنهما: العلم أفضل من المال.لأن العلم ميراث الأنبياء، والمال ميراث الفراعنة۔"[25]

"کہ علم انبیاء کی میراث ہے، اس لیے علم مال سے افضل ہے کیوں کہ مال تو فرعون، قارون کی میراث ہے۔"

اب یہ حدیث متنوع ذرائع سے علم حاصل کرنے اور سیکھنے کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے، کیوں کہ جب علم انبیاء کی میراث ہے تو جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرلینا چاہئے۔

اسلامی شہری ریاست اور علم کی ترویج

موجودہ دور میں علم دین کی اہمیت وضرورت مزید بڑھ جاتی ہے۔ جس کا اندازہ موجودہ حالات کو دیکھ کر لگاسکتے ہیں۔ کیوں کہ اس وقت اہل اسلام کو بہت سارے چیلنجز کا سامنا ہے، کیوں کہ یہ فتنوں کا دور ہے اور ہر جگہ ہزاروں قسم کے فتنے سر اٹھاچکے ہیں، مثلاً اولاد کی بے راہ روی وبے دینی ونافرمانی کا فتنہ، بے حیائی وبرائی کے عروج کا فتنہ، عورتوں کی ناشکری ونافرمانی کا فتنہ، مال ودولت کی کثرت وفراوانی کا فتنہ، کفر اور اہل کفر کا فتنہ، شرک وبدعات وخرافات کا فتنہ، عیاشی وعیش پرستی کا فتنہ، الحاد وبے دینی کا فتنہ وغیرہ وغیرہ۔ اوران فتنوں سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے، اور وہ "علم دین" کا حصول ہے۔

موجودہ تعلیمی صورتحال:

تعلیم کی ضرورت اور اہمیت موجودہ دور میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیاجاسکتا کہ آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے اور کمپیوٹر وہی شخص استعمال کرسکے گا جس کے پاس تعلیم ہو۔ وکالت، ڈاکٹری، انجینئرنگ اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا موجودہ دور میں لازمی سمجھا جاتا ہے۔ جدید علوم کے ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت اپنی جگہ ہے، کیوں کہ دینی تعلیم انسان کا مقصد ہے اور دنیاوی تعلیم انسان کی ضرورت ہے۔ لھذا علم کی اشاعت اوراس کے حصول میں شہریوں کو فرداً بھی اوراجتماعی طور پہ بھی یہ کوشش کرنی ہوگی کہ نہ صرف اپنے دینی ورثہ کو سنبھال کر رکھنا ہے بلکہ دنیاوی علوم کا حصول بھی اپنے اوپر لازم سمجھیں، اس میں سائنسی، معاشرتی، معاشی ہر قسم کے علوم شامل ہیں۔ دراصل موجودہ تعلیمی نظام کو دو مختلف حصوں (قدیم وجدید تعلیم) میں تقسیم کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کچھ لوگ دینی علوم کے حصول میں اتنے منہمک ہوجاتے ہیں کہ پھر دنیاوی علوم کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس دنیوی علوم کو حاصل کرنے والے اکثر مذھب کو خیر باد کہدیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں شہری ریاست میں مسلمان دو طبقوں (مسٹر وملا) میں تقسیم ہوگئے ہیں، اور ہر طبقہ دوسرے کو اپنا مد مقابل سمجھتا ہے، یہ رویہ ختم کردینا چاہیئے، اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ سے علوم کا استفادہ کرے تاکہ دونوں قسم کے علوم ایک دوسروں کے معاون ہوکر ترقی کے راستہ پر چلیں۔[26]

تمدنی پہلو

پیدائش سے لے کر موت تک کے سفر میں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے سیرت طیبہ ہماری رہنمائی کرتی ہے، جس پر عمل کرکے اس دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی فلاح نصیب ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ آکر شہریوں کے لیے جس ریاست کی بنیاد رکھی اس کا مقصد اقامتِ دین اور تقرب الٰہی تھا۔ سیرت طیبہ میں شہری انتظام کے حقوق وفرائض سے متعلق جو تعلیمات دی گئی ہیں وہ دوسرے ادیان سے مختلف ہیں، کیوں کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اورانسان کو قانون سازی کے محدود اختیارات دیے گئے ہیں

،انسان کا کام دراصل قوانینِ خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے ایک متمدن معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہے۔ عملی نفاذ ہے۔ مشہور سیرت نگار عبدالملک ابن ھشام نے "السیرۃ النبویۃ" میں ایک مہذب اور متمدن معاشرے کی چند ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے وہ درجِ ذیل ہیں:

"امن وامان کو بحال رکھنے کے لیے قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنانا۔

سرکاری اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے ساتھ ان کی نگرانی کرنا۔

زمینوں کی پیائش کرنا۔

نئے ترقیاتی منصوبہ جات کا اجراء کرنا، نئی سڑکیں بنانا اور پرانے منصوبوں کی دیکھ بھال کرنا۔

قدرتی وسائل مثلاً جنگلات اور دریاؤں وغیرہ کی حفاظت کرنا۔" [27]

درجہ بالا امور کا خیال رکھنا ایک مہذب معاشرے کی اہم ذمہ داری ہے، اب ہم سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان امور کا جائزہ لیتے ہیں:

شہری انتظام میں مسجد بطور اداراتی مرکز

کسی بھی معاشرے میں میونسپل ایڈمنسٹریشن آفس کو بلدیاتی نظام میں مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ انتظامی امور میں درپیش مشکلات کا حل ڈھونڈنے کے لیے اس دفتر میں ہر وقت متعلقہ افراد موجود رہتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں مسجد کو بے پناہ اہمیت حاصل ہے۔ شہریوں کے باہمی ربط و تعلق کے لیے مسجد ہی مرکزی محور ہوا کرتا ہے، اسی لیے دیگر عوامی سہولیات و خدمات میں مسجد کو اولیت دی گئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا کام سرانجام دیا۔[28]

شہری نظام کی اصلاح کے لیے مسجد کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند اہم باتیں ذکر کی جاسکتی ہیں:

1۔ مسجد شہری انتظام میں مروجہ کمیونٹی سنٹرز کا بہترین نعم البدل ہے۔ مسجد اگر ایک طرف عبادات اور تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہے تو اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کے لیے باہمی تعلق اور ارتباط کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔[29]

2۔ شہری انتظام کے اندر مسجد کے ذریعے شہریوں کو آپس کے حالات کی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک:

"مسجدیں امت مسلمہ اور مسلم قیادت کی اجتماع گاہ ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کی بنیاد تقوی پر رکھی، جہاں عبادات کے، تعلیم وتعلم، تربیت ومشاورت اور سیاسی امور طے پاتے تھے"۔[30]

3۔ مسجد کی تعمیر میں حضور اکرم ﷺ کی عملی شرکت آپ ﷺ کی تواضع وانکساری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

شہری انتظام میں امن وامان کے لیے اقدامات

محمد الغزالی فرماتے ہیں کہ: "جب تک آپس میں اہلِ علاقہ مخلص نہ ہوں ایک دوسرے کے ساتھ، اور باہمی تعاون نہ ہو، تو اس جگہ نظام کی کامیابی کے لیے جتنی بھی کوشش کی جائے وہاں کے شہری کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس لیے امن وامان کو قائم رکھنے کے لئے آپس میں خیر خواہی، محبت و اعتماد اور باہمی بھائی چارہ کی فضا کا ہونا بہت ضروری ہے"۔[31]

شہریوں کی آپس میں خیر خواہی، محبت و اعتماد کے علاوہ دوسری اہم چیز مذہبی آزادی اور رواداری ہے تاکہ مختلف نظریات اور مختلف عقائد رکھنے والے شہری اپنے اپنے مذاہب پر آزادانہ عمل کرسکے اور ہر شہری کا جان و مال دونوں محفوظ ہوسکے، توان مقاصد کے حصول کے لیے حضور اکرم ﷺ نے دو طرح سے اقدامات کئے:

ایک تو انصار ومہاجرین کے درمیان مواخات قائم کیا۔ دوسرا یہود اور دیگر غیر مسلم قبیلوں کے ساتھ امن کا معاہدۂ کیا۔

شہر کی اندرونی وبیرونی حفاظت کے لئے میثاق مدینہ کی طرح حضور اکرم ﷺ نے ایک تو یہود کے علاوہ آس پاس کے قبائل سے بھی امن کا معاہدہ کیا۔ دوسرا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مدینہ منورہ کا گشت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ المَدِينَةِ

لَيْلَةً---الخ » [32]

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے خوبصورت اور بہادر ترین تھے۔ایک رات مدینہ والے کسی آواز کی وجہ سے ڈر گئے تو لوگ اس آواز کی طرف روانہ ہوگئے،اتنے میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے واپس آرہے تھے اس حال میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تلوار لٹکائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے کہ ڈرو نہیں، گھبراو نہیں، سمندر کی جانب سے یہ آواز آئی تھی۔"

اب اس واقعہ سے ہمیں شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کا باقاعدہ اہتمام ہمیں خلافت راشدہ میں نظر آتا ہے،لھذا موجودہ نظام بلدیات میں بھی اس کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس کا رات کے گشت کرنے کے نظام کو مزید فعال بنانے کی ضرورت ہے تاکہ جان ومال کے تحفظ کو اور امن وامان کو یقینی بنایا جاسکے۔

شہری انتظام میں شہروں کے حدود متعین کرنا

حضور اکرم ﷺ جب ہجرت کرکے یثرب تشریف لائے تو اس کا نام "مدینہ" رکھا۔اور آپ ﷺ نے سب سے پہلے مدینہ کی حدود کا تعین فرما کر مدینہ کو حرمت وعزت والا قرار دیا، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ المَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لِمَكَّةَ۔"[33]

"کہ میں نے مدینہ کو اسی طرح حرم قرار دے دیا ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔"

اور مدینہ کی حدود کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ "الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ ۔"[34]

یعنی "آپ ﷺ نے عیر اور ثور نامی دو پہاڑیوں اور دو سیاہ رنگ کے پتھریلے ٹبوں (ٹیلوں) کو مدینہ منورہ کی حدود قرار دے دیا۔"

نیز یہ بھی اعلان فرمایا: "کہ مدینہ کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس کی گھاس جڑ سے اکھاڑی جائے، اور نہ مدینہ کے شکار کے جانوروں کو بھگایا جائے"۔[35]

عوامی تفریح گاہوں کا انتظام، چمن بندی، اور سایہ کا انتظام بھی اسلامی تعلیم کا حصہ ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

" پھر ہم نے اس میں غلے اگائے، اور انگور اور ترکاریاں ،اور زیتون اور کھجور، اور گھنے گھنے باغات، اور میوے اور چارہ، سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کی خاطر "۔[36]

ہمیں اپنے شہروں کے درختوں کو نقصان پہنچانے سے بچانا ہوگا، شجرکاری کرنا ہوگی، گراسی پارک بنانا ہوں گے، اور پرندوں کے تحفظ کا خیال رکھنا ہوگا۔

مدینہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: "عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: أَهْوَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ"[37]

"کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مدینہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ ایسا شہر ہے جو محترم ہے اور امن دینے والا ہے۔"

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باقی اداروں کی طرح سٹی پولیس کی ذمہ داری ہے کہ شہریوں کے جان ومال اور آبرو کی حفاظت کریں۔

شہری انتظام اور بازاروں اور تجارتی مراکز کا قیام

کوئی بھی شہری حکومت اپنے شہریوں کے لیے خوراک کا انتظام کرنے کے لیے تجارتی مراکز اور بازار قائم کرتی ہے۔اس سلسلہ میں سیرت طیبہ ہماری کافی رہنمائی کرتی ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے بذات خود بازار کی بنیاد رکھی، اور اس میں خراج اور ٹیکس لینے سے منع فرمایا جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ: "عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مولى ميمونة بنت الحارث ابن حَزْنِ بْنِ بَجِيرٍ الْهِلَالِيَّةِ قَالَ لَمَّا أَرَادَ رسول الله صلى الله

عليه وسلم أن يَتَّخِذَ السُّوقَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ: هَذَا سُوقُكُمْ لا خَرَاجَ عَلَيْكُمْ فِيهِ۔"[38]

"کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ میں بازار بنانے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ تمھارے اس مدینہ کے بازار اور منڈی میں کوئی خراج اور ٹیکس نہیں ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کی شہری منصوبہ بندی کا ایک زبردست اقدام یہ بھی تھا کہ یہودیوں کے بازار کے علاوہ ایک علیحدہ بازار قائم کیا، جس کی تفصیل اس حدیث مبارکہ میں ہے جو کہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کی ہے کہ:

"ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میں نے بازار کے لیے ایک جگہ دیکھی ہے، تو کیا آپ صلی اللہ اسے نہیں دیکھیں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جگہ آ گئے، جب اس جگہ کو دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جگہ اتنی پسند آگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاوں مبارک زمین پر زور سے مارے اور پھر فرمایا کہ: یہی تمہارا بہترین بازار ہے، اب تم اس بازار میں کسی قسم کی کمی کوتاہی نہ کرنا اور نہ ہی اس بازار پر کوئی ٹیکس مقرر کرنا"۔[39]

اب اس حدیث سے شہری منصوبہ بندی کے لیے درج ذیل شہری اصول نکلتے ہیں:

1۔ شہری حکومت نئے بازار قائم کرے۔

2۔ اور نئے قائم کردہ بازار میں ٹیکس نہ لگائے۔

3۔ اور نئے بازار کو آباد کرنے کے لیے تاجروں کو ترغیب دے۔

شہری نظام میں قیمتوں کو کنٹرول کرنا

بازاروں میں تجارت کے دوران اشیاء کی قیمتوں میں اتار چڑھاو ایک فطری امر ہے جس سے نہیں بچا جا سکتا۔ لیکن اگر قیمتوں میں مصنوعی قلت پیدا کر کے حد سے زیادہ اضافہ کر دیا جائے کہ پھر عام لوگ اسے خرید ہی نہ سکیں تو شہری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اشیاء کی قیمتیں مقرر کر لے: جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ:

" حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک بار قیمتیں بڑھ گئیں، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے حضور اکرم ﷺ قیمتیں مقرر کرنے کی درخواست کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالی ہی قیمتیں مقرر کرنے والے ہیں، روزی تنگ اور کشادہ کرنے والے ہیں، خوب رزق دینے والے ہیں۔"[40]

شہری نظام میں ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے مہنگائی بڑھ جاتی ہے، اور یہ مصنوعی گرانی کے اسباب میں سے ہے جس کی حدیثوں میں ممانعت وشناعت آئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو خاطی یعنی خطاکار و گناہگار کہا گیا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ"[41]

"ذخیرہ اندوزی صرف خطاکار ہی کرتا ہے"۔

شہری نظام میں صاف وشفاف پانی کے لیے اقدامات

زندہ رہنے کے لیے پانی انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت اور انسانی زندگی کی بقا کا بنیادی ذریعہ ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہے کہ: "﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾۔"[42]

اس لیے شہری منصوبہ بندی کرتے وقت شہری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے صاف پانی کا انتظام کرے۔ مدینہ میں یہودی کی ملکیت میں صاف اور میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا جسے "بئر رومہ" کہا جاتا تھا۔ تو مدینہ کے شہریوں کو پانی کی سہولت دینے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے ایک

دن فرمایا:

"مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ، فَيَكُونُ دَلْوُهُ فِيهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ"[43]۔

"کہ کون بیرِ رومہ خرید لے گا؟ (تاکہ اس کا ڈول وپانی صرف اُس کے لیے خاص نہ ہو) بلکہ عام مسلمان بھی اُس میں بھرپور شریک ہوں۔"

تو حضور اکرم ﷺ کی اس ترغیب پر وہ کنواں بیس ہزار درہم میں حضرت عثمان غنیؓ نے خرید لیا، اور اس کنویں کے پانی کو صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے علاوہ مدینہ کے دیگر لوگوں کے لیے بھی اس کا پانی وقف کر دیا۔[44]

شہری حکومت کی ذمہ داریوں میں نہ صرف صاف پانی کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے، بلکہ پانی کو مسلسل آلودگی، غلاظت اور گندگی سے بچائے رکھنا بھی ان کی ذمداری ہے۔

شہری نظام میں سیوریج سسٹم کے لیے اقدامات

پیشاب، رفع حاجت اور نکاسی آب کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے دو پہلو ہیں:

ایک پہلو تو حضور اکرم ﷺ کا اپنا ذاتی عمل ہے اور دوسرا پہلو وہ تعلیمات و آداب ہیں جس کی ہدایات حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دی ہیں۔

ذاتی عمل تو یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے ایک تو آبادی سے دور جاتے تھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے: عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ ـ"[45]

اور دوسرا یہ کہ رفع حاجت کے لئے نشیبی اور نرم زمین کو منتخب کرتے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

"فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ، فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ، ثُمَّ قَالَ«إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا۔"[46]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شہری کو قضائے حاجت کے سلسلہ میں مناسب آداب اور رہنما اصول سکھائے۔ لہٰذا قضائے حاجت کے لیے پائپ لائنوں کو بچھاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ وہ نہروں یا پائپ لائنوں یعنی صاف پانی کے ذرائع کے قریب واقع نہ ہوں۔ یہ احتیاط سیوریج کے ذریعے پانی کی کسی بھی ممکنہ آلودگی کو روکنے کے لیے ضروری ہے۔ مزید برآں، عوامی شاہراہوں میں پائپ لائن بچھاتے وقت، عام لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، تاکہ نظام میں کوئی بھی عارضی خرابی یا خلل ان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

شہری نظام میں شاہراہوں اور راستوں کے لیے اقدامات

کسی بھی ملک کی ترقی میں چوڑی سڑکیں اور شاہراہیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جدید دنیا میں مواصلات اور نقل و حمل میں ترقی کے ساتھ ان کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ٹریفک کی بھیڑ کو کم کرنے اور گاڑیوں کی ہموار روانی کو یقینی بنانے کے لیے مختلف کوششیں کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں شہری منصوبہ بندی کے طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی تعمیر و ترقی کے لیے راستوں کو کشادہ کرنے اور سڑکوں سے رکاوٹیں ہٹانے پر زور دیا اور لوگوں کو سڑکوں کے درمیان کھڑے ہونے سے منع فرمایا۔

ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"عَنْ عِكْرِمَةَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ۔"[47]

یعنی "راستے میں جھگڑا ہونے کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چوڑائی سات ہاتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔"

اب اس حدیث میں اس ہدایت کا مقصد پیدل چلنے والوں اور راہگیروں کی سہولت اور راحت کو یقینی بنانا ہے۔

ابن الجوزی کے حوالہ سے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ:

اس حکم کا مقصد سڑکیں استعمال کرنے والوں کو کسی قسم کی تکلیف یا پریشانی سے بچانا تھا۔[48]

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصروف راستوں کو بند کرنے سے اور ان میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام کو راستوں کے درمیان بیٹھنے سے خاص طور پر تنبیہ کی اور انہیں اس طرح کے رویے سے بچنے کی تاکید کی۔ آپ ﷺ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"إِيَّاكُمْ وَالجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ۔"[49] "خبر دار! راستوں میں مت بیٹھو۔"

حضورا کرم ﷺ صحابہ کرامؓ کو گلیوں، سڑکوں اور راستوں کو کشادہ رکھنے کی ترغیب بھی دیتے تھے، اور ساتھ ہی اِس عمل کی فضیلت بھی بیان فرماتے تھے،

شہر کی صفائی کے لیے اقدامات

اسلام جسم اور روح دونوں کی پاکیزگی پر اور ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی صفائی پر زور دیتا ہے۔ اس اصول کے مطابق حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں کی تعمیر کے دوران طہارت خانہ اور استنجا خانے بنانے کا بھی حکم دیا۔

ابو عبید القاسم بن سلام اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ: "حضورا کرم ﷺ کے اس حکم کے بعد اور اسلام کے عمومی مزاج کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے اپنے گھروں میں غسل خانے بنائے اور ہر مسجد کے ساتھ طہارت خانے اور استنجا خانے بھی تعمیر کیے۔"[50]

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری منصوبہ بندی کرتے ہوئے کشادہ مکانات کی تعریف فرمائی، جیسا کہ اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

"کہ مسلمان بندے کی نیک بختی میں سے ہے کہ اس کا گھر کشادہ ہو اور جس کے پڑوسی نیک ہوں، اور جس کی سواری اچھی ہو"۔[51]

حفظان صحت اور صفائی اسلامی زندگی کے بنیادی اصول ہیں، اسلام پاکیزگی کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صفائی اور طہارت نصف ایمان میں شمار ہوتی ہے۔ اسلام بار بار اپنے گھر، ارد گرد، جسم اور لباس میں صفائی کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری پر زور دیتا ہے۔ مساجد کے ساتھ ساتھ سرکاری عمارتوں کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کی دیواروں پر جب بدو تھوکتے تھے تو حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس جگہ کو اپنے ہاتھوں سے کرچ لیتے تھے۔

پھر صفائی کے یہ اصول شہری زندگی میں انفرادی جگہوں تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں، جس میں باغات، کھلیانوں، دریا کے کنارے، اور تفریحی مقامات شامل ہیں۔ ان اصولوں کی پابندی نہ صرف حفظان صحت کے معیارات کے مطابق ہوتی ہے بلکہ شائستگی کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ صفائی کا یہ تصور شہروں اور خطوں تک بھی پھیلا ہوا ہے، جو کہ کمیونٹیز میں صاف ستھرا اور صحت مند ماحول کو برقرار رکھنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے اندر گلیوں کی صفائی کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے تھے، اور صحابہ کرام کو مسلسل اس کوشش میں حصہ لینے کی ترغیب دی، اسے ایمانی عمل قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"کہ ایمان کی 60 یا 70 سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے ("خدا کے سوا کوئی معبود نہیں") اور سب سے کمتر شاخ راستے سے نقصان دہ اشیاء کو دور کرنا ہے۔ مزید بر آں، حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"[52]

مہلب کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ:

"إماطة الأذى وكل ما يؤذى الناس فى الطرق مأجور عليه۔"[53]

"گندگی کو ہٹانا اور ہر وہ چیز ہٹا دینا جو راستوں میں لوگوں کے لئے تکلیف دینے کا سبب بنے، یہ سب اجر و ثواب کے ذرائع ہیں۔"

حتی کہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے راستوں سے گندگی ہٹانے کو صدقہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ"[54]

"حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راستہ سے گندگی ہٹانا صدقہ ہے۔"
اس حدیث میں کسی تکلیف دہ یا نقصان دہ چیز کو راستے سے ہٹانے کی فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے، خواہ وہ درخت ہو، کانٹا، ٹھوکر کھانے والا پتھر، مٹی یا مرے ہوئے جانور۔ اس طرح کے اعمال نہ صرف کمیونٹی کی خدمت ہیں بلکہ ایمان کا لازمی حصہ بھی سمجھے جاتے ہیں۔
اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:"عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَنْتَفِعُ بِهِ، قَالَ: اعْزِلِ الْأَذَى عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ "[55]
"حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جس سے مجھے فائدہ پہنچے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:تکلیف دہ چیز مسلمانوں کے راستے سے ہٹادیا کرو۔"
شہری ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سڑکوں سے ایسی اشیاء کے ہٹانے کو یقینی بنائیں جو لوگوں کو تکلیف یا نقصان پہنچاتی ہیں۔ عام طور پر مقامی حکومت اس کام کے لیے مستقل صفائی کرنے والوں کو مقرر کرتے ہیں۔ تاہم حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ سمجھ کر ہر شہری پر فرض قرار دیا۔ علامہ مناویؒ کہتے ہیں:
"کہ اس میں راستے سے تکلیف دہ چیزیں ہٹانے کی فضیلت ہے مثلاً درخت، ضرر پہنچانے والی شاخ، نوکیلا پتھر، گندگی، مردار یا کوئی دوسری رکاوٹ جو نقصان کا باعث ہو، تو ان چیزوں کو ہٹانا ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔"[56]

نتائج بحث

سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی شہری زندگی کے اخلاقی تعلیمی اور تمدنی اصول عصر حاضر کے معاشرتی اور تمدنی مسائل کا ایک جامع اور عملی حل فراہم کرتے ہیں۔ جدید معاشروں کو درپیش چیلنجز جیسے اخلاقی انحطاط، تعلیمی عدم مساوات اور سماجی ناہمواری کو سیرت طیبہ کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔ اخلاقی اعتبار سے عدل وانصاف کے اسلامی اصولوں کو عدالتی اور قانونی نظام میں نافذ کر کے سماجی ناانصافیوں اور کرپشن کا خاتمہ ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ دیانت اور امانت کے اصولوں کو کاروباری اور سرکاری اداروں میں لاگو کر کے بدعنوانی، استحصال اور اقرباپروری کو روکا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں باہمی اخوت، حسن سلوک اور خدمت خلق کو فروغ دے، کر ایک فلاحی اور ہمدردانہ معاشرتی نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ جو عدم برداشت اور سماجی تفریق جیسے مسائل کا حل فراہم کرے گا۔ تعلیم کے شعبے میں سیرت طیبہ کے اصولوں کو اپناتے ہوئے ایسا تعلیمی نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جو تحقیق، اجتہاد اور تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے۔ دینی اور دنیاوی علوم میں ہم آہنگی پیدا کر کے ایک ایسا نصاب تیار کیا جا سکتا ہے جو طلبہ کو دینی اقدار کے ساتھ ساتھ سائنسی اور فکری مہارتیں بھی فراہم کرے۔ خواتین اور محروم طبقات کے لیے معیاری تعلیم کی عام دستیابی کو یقینی بنا کر ایک مساوی اور ترقی یافتہ تعلیمی نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جو جہالت اور انتہاپسندی کے خاتمے میں معاون ثابت ہو۔ تمدنی لحاظ سے سیرت طیبہ کی تعلیمات، ایک منصفانہ اور فلاحی معاشرے کے قیام میں مدد دے سکتی ہیں۔ زکوۃ، صدقات اور فلاحی اداروں کو موثر طریقے سے منظم کر کے غربت بے روزگاری اور معاشی عدم توازن کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ماحولیاتی تحفظ کے اصولوں کو جدید شہری منصوبہ بندی میں شامل کر کے آلودگی، موسمیاتی تبدیلی اور قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال جیسے مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ اسلامی معیشت کے اصولوں جیسے غیر سودی بینکاری حلال تجارت اور معاشی مساوات کو فروغ دے کر ایک مستحکم اور پائیدار اقتصادی نظام قائم کیا جا سکتا ہے جو استحصال اور معاشی تفاوت کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوگا۔
سیرت طیبہ کے ان زریں اصولوں کو عصر حاضر میں اسلامی شہری زندگی کے مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر نافذ کر کے ایسے معاشر کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے جو اخلاقی اقدار، علمی ترقی اور تمدنی استحکام پر مبنی ہو۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر جدید شہری زندگی کے چیلنجز سے نبرد آزما ہوا جا سکتا ہے اور ایک ایسا فلاحی متوازن اور ترقی یافتہ نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جو دنیا کے لیے ایک عملی نمونہ ثابت ہو۔

مصادر و مراجع:

[1] **القرآن**:۴۱/۳۴۔

[2] عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن**،۱۰۰۷۔

[3] **القرآن**:۲/۸۳۔

[4] مسلم بن حجاج النیسابوری، **صحیح مسلم**، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۳۰ء)،

[5] ابو عبد اللہ احمد بن محمد الشیبانی، **مسند الامام احمد بن حنبل**، مسند ابی ھریرۃ (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء)، ۱۴/۵۱۳۔

[6] ابو بکر احمد بن عمرو البزار، **مسند البزار**، باب القعقاع بن حکیم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ (المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ العلوم والحکم، 2009ء)، 15/364۔

[7] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1938ء)، 1/503۔

[8] محمد بن عیسی الترمذی، **جامع الترمذی**، ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی حسن الخلق (پشاور: المکتبۃ الوحیدیۃ، 2018ء)، 2/464۔

[9] **القرآن**:۱۰/۱۶۔

[10] **القرآن**:۴/۸۷۔

[11] علاء الدین علی بن حسام الدین، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، الفصل الثانی: فی تعدید الاخلاق المحمودۃ (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱ء)، ۳/۴۲۹۔

[12] **القرآن**:۴/۵۸۔

[13] **القرآن**:۲۳/۸۔

[14] **القرآن**:۱۷/۳۴۔

[15] **القرآن**:۲/۱۷۷۔

[16] **القرآن**:۲/۱۶۸۔

[17] **القرآن**:۲/۱۷۲۔

[18] **القرآن**:۲/۱۸۸۔

[19] علی بن سلطان محمد القاری، **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح**، باب الکسب وطلب الحلال (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۲ء)، ۵/۱۹۰۴۔

[20] علی بن سلطان محمد القاری، **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح**، باب الکسب وطلب الحلال (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۲ء)، ۵/۱۹۰۴۔

[21] البزار، **مسند البزار**، باب مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، ۱۲/۱۷۔

[22] حنبل، **مسند الامام احمد بن حنبل**، باب مسند عبد اللہ بن عمر، ۸/۸۳۔

[23] ترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی أدب الولد، ۳/۴۰۲۔

[24] اسد اللہ خان شہیدی، **عہد نبوی کا شہری نظام**، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 3، جلد: 95، ربیع الثانی 1432ہجری مطابق مارچ 2011ء۔

[25] شمس الدین محمد بن عمر السفیري، **شرح البخاری للسفیری**، باب المجلس التاسع والعشرین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۴ء)، ۲/۸۸۔[25]

[26] ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ، احمد سعید، نیاز محمد، **اسلامیات (اختیاری) برائے بارہویں جماعت** (پشاور: خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک، ۲۰۰۶ء)، ۱۸۴۔

[27] عبد الملک ابن ھشام، **السیرۃ النبویۃ** (مصر: مکتبہ مصطفی البابی، 1955ء)، 1/496۔

[28] ابن ھشام، **السیرۃ النبویۃ**، 1/496۔

[29] محمد الغزالی السقا، **فقہ السیرۃ** (دمشق: دار القلم، 1427ھ)، 189۔

[30] احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی** (سعودی عرب: مجمع الملک فہد، 1995ء)، 35/39۔

[31] الغزالی، **فقہ السیرۃ**، 191۔

[32] بخاری، **الصحیح**، کتاب الجهاد والسیر، باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق، ۱/407۔

[33] بخاری، **الصحیح**، کتاب البیوع، باب برکۃ صاع النبی ومدہ، ۱/۲۸۶۔

[34] مسلم، **الصحیح**، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ۱/۴۴۲۔

[35] مسلم، **الصحیح**، کتاب الحج، باب **فضل المدینۃ**، ۱/ ۴۴۰۔

[36] **القرآن: ۸۰**/ ۲۷تا۳۲۔

[37] مسلم، **الصحیح**، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکن المدینۃ والصبر علی لاوائھا، ۱/ ۴۴۳۔

[38] احمد بن یحیی البلاذری، **فتوح البلدان** (بیروت: مکتبۃ الہلال، 1988ء)24۔

[39] طبرانی، **المعجم الکبیر**، باب المیم، الزبیر بن ابی اسید عن ابیہ، ۱۹/ ۲۶۴۔

[40] الترمذی، **سنن الترمذی**، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التسعیر، ۱/ ۳۷۸۔

[41] مسلم، **الصحیح**، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، ۲/ ۳۱۔

[42] **القرآن: ۲۱**/ ۳۰۔

[43] بخاری، **الصحیح**، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، ۱/ ۳۱۶۔

[44] حمزہ محمد قاسم، **منارالقاری شرح مختصر صحیح البخاری**، باب الوضوء ثلثاثلثا، ترجمۃ عثمان بن عفان (دمشق: مکتبہ دارالبیان، ۱۹۹۰ء)، ۱/ ۲۵۱۔

[45] ابوداود، **سنن ابوداود**، کتاب الطھارۃ، باب التخلی عند الخلاء، ۱/ ۱۲۔

[46] ابوداود، **سنن ابوداود**، کتاب الطھارۃ، باب الرجل یتبوء لبولہ، ۱/ ۱۲۔

[47] بخاری، **الصحیح**، ابواب المظالم والقصاص، باب اذا اختلفوا فی الطریق المیتاء، ۱/ ۳۳۶۔

[48] محمود بن احمد عینی، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، باب اذا اختلفوا فی الطریق المیتاء (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ندارد)، ۱۳/ ۲۴۔

[49] بخاری، **الصحیح**، ابواب المظالم والقصاص، باب افنیۃ الدور والجلوس فیھا، ۱/ ۳۳۳۔

[50] ابوعبید القاسم بن سلام، **الطھور للقاسم بن سلام**، باب ذکر المطاہر (جدہ: مکتبۃ الصحابۃ، ۱۹۹۴ء)، ۱/ ۵، ۳۰۴۔

[51] محمد بن اسماعیل البخاری، **الادب المفرد**، باب الجار الصالح (بیروت: دارالبشائر الاسلامیہ، ۱۹۸۹ء)، ۱/ ۵۴۔

[52] مسلم، **الصحیح**، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، ۱/ ۴۷۔

[53] علی ابن خلف، **شرح صحیح البخاری، لابن بطال**، ۶/ ۶۰۰۔

[54] بخاری، **الصحیح**، ابواب المظالم والقصاص، باب اماطۃ الاذی، ۱/ ۳۳۴۔

[55] قزوینی، ابن ماجہ، **سنن**، کتاب الادب، باب اماطۃ الاذی عن الطریق، ۲/ ۱۲۱۴۔

[56] مناوی، **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**، باب حرف اللام، ۵/ ۲۷۹۔